حافظ محمد ابراہیم ہاشمی شعبۂ تبلیغ جامعہ اسلامیہ بہاول پور

اسلام اور جہاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اقوام عالم کا انداز فکر کچھ اس طرح بدل چکا ہے کہ ان کے لیے قومی جماعتی تصورات سے بلند ہو کر محض انسانیت مطلقہ کے عمومی نقطۂ نگاہ سے سوچنا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ آج دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جن کا اجتماعی شعور خود ساختہ اور مصنوعی حدود و قیود کا پابند نہ ہو۔ اور وہ ہمہ گیر اصولِ انسانیت اور غیر مبدل۔ابدی حقائق کی روشنی میں ہر چیز کا جائزہ لینے کی اپنے اندر صلاحیت رکھتے ہوں۔

آج کا انسان اگر کسی مسئلہ پر غور کرنے لگتا ہے تو دفعتہً جغرافیائی حدود میں گھری ہوئی اپنی ہی قوم کا مفاد اس کے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ایک لمحہ کے لیے اس کا ذہن اس تاثر سے آزاد نہیں رہ سکتا کیونکہ ان کی ذہنی ساخت ہی کچھ اس طرح محدود اور سمٹی ہوئی ہے کہ انسانی برادری کا وسیع تصور ہی ان کے ذہن میں نہیں آ سکتا۔

حالانکہ اسلام کسی ایک جغرافیائی یا نسلی قوم کا مذہب نہیں بلکہ یہ انسانیت عامہ کا مذہب ہے۔اس بات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسلامی دعوت کا تعلق انسانیتِ مطلقہ سے ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ تمام انسانوں کو ایک عالمگیر رشتۂ مودت و مواخات میں منسلک کر دیا جائے اور اس کا موضوع بحث و محیط کل اور ہمہ گیر اصول اخلاق ہیں جو کسی خاص فرقہ یا قوم سے مخصوص نہیں بلکہ دنیا کا ہر ہر انسان نفسِ انسانیت کی بنا پر ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

کیونکہ اسلام درحقیقت دینِ فطرت کا دوسرا نام ہے اور اس کا اولین اقتضا یہ ہے کہ انسانی جماعت میں جس قدر غیر فطری عوامل کارفرما ہیں۔ان کی ایک خاص الہامی اسلوب دعوت کے ذریعہ اصلاح کی جائے یعنی ان کے فکر و ذہن اور عمل و کردار میں ایک مقدس انقلاب پیدا کیا جائے جس سے ان کی پوری زندگی پاکیزہ۔مسرور اور پرامن زندگی بن جائے۔ نہ کوئی ظالم ہو نہ مظلوم غرض انسانی عز و شرف کے جتنے خود ساختہ معیار ہیں۔ان کو ملیہ ختم کر دیا جائے اور تمام انسانوں کو ایک ہی ہمہ گیر رشتہ اخوت انسانی میں منسلک کر دیا جائے اور تمام انسان آپس میں

بھائی بھائی ہوں اور خدا کے وفادار بندے بن جائیں کونوا عباد اللہ اخوانا "تاکہ تم اللہ کے عبادت گزار بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ" یہ ہے اسلام کی دعوت اور اس پاکیزہ دعوت کی راہ میں جو جدوجہد کی جاتی ہے۔ خواہ وہ زبان و قلم سے ہو یا جنگ و قتال سے اس کا نام اسلامی اصطلاح میں جہاد ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ہم نے اسلامی جہاد پر تبصرہ کیا ہے۔

ہم بالاستیعاب اسلامی جہاد کے تمام گوشے نہیں بیان کر سکے، البتہ چند گوشوں کی نقاب کشائی میں ضرور کوشش کی ہے۔

جہاد کے معنی:۔

جہاد کا ماخذ "جہد" ہے اور لفظ جہاد جَھَدَ یَجْھَدُ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں پوری کوشش کرنا، مشقت کرنا یعنی اللہ کی راہ میں پوری کوشش سے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کافروں سے لڑائی کرنا، اللہ کے راہ میں لڑنے کا نام جہاد ہے جہاد کی تفہیم کر لی جائے تو جہاد تین اعداء سے ہوتا ہے۔ ۱۔ عدوان دین ۲۔ شیطان ۳۔ نفس اور تین اعضاء جوارح سے ہو سکتا ہے۔ ۱۔ ہاتھ ۔ ۲۔ زبان ۔ ۳۔ دل، حقیقت یہ ہے کہ جو چیز اللہ کے راستے میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں رکاوٹ کا باعث بنے، اس کی مدافعت جہاد ہے۔ قلمی دفاع کا تعلق چونکہ زبان سے ہے لہذا یہ بھی جہاد میں شامل ہے، عرفِ عام میں جہاد کے لفظ کا استعمال دشمنانِ دین سے مقابلہ، کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جس کے لیے قرآن مجید میں لفظ قتال یا مقاتلہ استعمال ہوا ہے۔ جہاد سے مراد ہماری یہ ہے جو دشمنان دین کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے قلبی، لسانی اور مالی قوتوں سے کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔ (ابوداؤد)

جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ (ابوداؤد) ترجمہ: اپنے اموال اور نفس اور زبان کے ساتھ جہاد کرو۔" زاد المعاد[۲] ج ۵ ص میں ہے۔ والتحقیق ان جنس الجهاد فرض عین اما بالقلب وبالسان واما بالمال واما باليد فعلی کل مسلم ان یجاهد بنوع من هذه الانواع ۵

ترجمہ: تحقیق یہ ہے کہ جنس جہاد فرض عین ہے، قلب کے ساتھ ہو یا زبان سے یا مال سے ہو یا ہاتھ سے پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان تمام انواع کے ساتھ جہاد کرے۔

مقصد جہاد:۔

۱۔ جہاد کا اولین مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور دین الٰہی کو غالب کرنا ہے، نور اسلام اور روح قرآن کو زمین کے

باشندوں تک پہنچاتا، اور توحید کے ساتھ لوگوں کو باخبر کرنا یہ ایک ایسا مقصد عظیم ہے، جو درحقیقت خدا کے نزدیک اصلی قدر و منزلت اور اس کی راہ میں سچی قربانی ہے، زمین خدا کی ہے اس پر قانون بھی خداوندی جاری ہونا چاہیئے جو خداوندی قانون کو پھیلانے نہ دے اس کی مخالفت کرے، اس کا وجود خدا کی زمین کے اوپر نہیں بلکہ نیچے رہنا بہتر ہے۔ اسی لیے مومن جہاد کو بامقصد زندگی سمجھتا ہے۔ کلمہ توحید کو پھیلانے میں سعی کرتا ہے، اس کی طلب صادق ہوتی ہے، اس پر کبھی ناامیدی و مغلوبیت کے بادل چھا نہیں سکتے۔

اقوام عالم کو دیکھو، دنیا میں جب کوئی فرد یا جماعت کسی مقصد کے لیے لڑائی کرتی ہے، تو اس کا دامن امید و ناکامی دونوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن مسلمان کے دامن میں فتحمندی و نصرت، اور شہادت کے انمول جواہر بھر دئے گئے ہیں۔ اسے ہر حال میں نوید مسرت ملتی ہے۔ یہ اللہ کا مجاہد جس سرفروشی سے جہاد کرتا ہے، اس کی تمنا ہوتی ہے کہ شہادت جیسی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہو جاؤں، زیست کو موت پر ترجیح نہیں دینا چاہتا اسے تلواروں کے سائے میں عشق الٰہی میں مخمور نماز عشق ادا کرنے کا لطف حاصل ہوتا ہے۔ اس کی قلبی صدا ہوتی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں قربان ہو جائے۔

۲۔ مدافعت و استیصال فتنہ :- یہ دوسرا مقصد جہاد ہے، دنیاوی اغراض کے لیے آگے بڑھنے والی سرکش اور طاغوتی طاقتیں، جنہوں نے دنیا کا امن تباہ و برباد کر دیا ہو، جنہوں نے اپنے فتنہ سے فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہو۔ تو مسلمان ہی باطل سرکش طاقتوں کو چیلنج کرتا ہے اور فساد کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے اسلام نے بذریعہ قرآن ہمیں اس چیز کی طرف دعوت دی۔ فرمایا

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (انفال) وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا بعض ان کے بعض کے رفیق ہیں، اگر تم نے ان سے جہاد نہ کیا تو ساری زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔

اسلام اسی فتنہ و فساد کو روکنا چاہتا ہے۔ وہ دنیا میں امن و امان کا مدعی ہے، اسی امن کو پھیلانے کی دعوت دیتا ہے۔

۳۔ جہاد ملی وحدت کا سبب ہے ۔ مسلمان کے دل میں رحم و شفقت کے جذبات بھر دئے گئے ہیں مسلمان، انسانیت سے پیار کرتا ہے اور اقوام عالم کو اللہ کی مضبوط رسی میں جکڑ دینے کا حامی ہے، اور ہر انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ رشتۂ وصل کو اتنا مضبوط و مربوط کرنا چاہتا ہے کہ ایک کی راحت دوسرے کی راحت ایک کی تکلیف دوسرے کی تکلیف کے فلسفہ پر عمل کرانا چاہتا ہے کہ ایک ہی مقدس رشتہ میں سب انسان بندھے ہوئے ہوں وہ مقدس رشتہ، توحید ہی ہے کہ اقوام عالم کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا جائے۔

۴۔ کمزوروں کی دستگیری و نصرت کرنا۔ ہمیں جہاد ہی سکھاتا ہے، وہ مظلوم جو طاغوتی طاقتوں کے قبضہ میں ہوں اور ان پر ظلم کر رہے ہوں، قرآن نے فرمایا۔

مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک (النساء-۷۵) کیا ہے تمہارے لیے، تم اللہ کے راستے میں کیوں نہیں جہاد کرتے۔ کمزور مرد اور کمزور عورتیں اور بچے (جو کفار کے قبضہ میں ہیں) کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس جگہ سے نکال جہاں کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لیے ولی اور مددگار پیدا فرما۔

ظالم سے اس کی طاغوتی طاقت چھین لینا اور وہاں پر اسلام کے انوارِ رحمت کی ضو فشانی کرنی مظلوموں، کمزور اور بچوں کو ان کے بہیمانہ مظالم سے نجات دلاتا، یہی جہاد ہے، اسی طرح دم توڑتی ہوئی انسانیت اور سسکتی ہوئی مظلومیت کو بچانا جہاد ہے۔

مسئلہ جہاد کی غلط تعبیر:۔

اسلامی مسائل میں جہاد ایک اہم حیثیت رکھتا ہے، مگر برا ہو تعصب و عناد کا، معاندین اسلام نے جس طرح اسلام کے دوسرے اصولوں پر تنقید کی ہے اسی طرح جہاد کی مسخ شدہ صورت کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے جب دل میں عناد و نفرت کا جذبہ کسی کے متعلق ابھرتا ہے تو وہ دوسرے کی اچھی ادا کو بھی قابل نفرت سمجھتا ہے، اسلام کو ایک محدود دائرہ عمل میں کارفرما سمجھتے ہوئے، دوسری محدود قومیتوں کی طرح، مفروضہ قائم کر لیتے ہیں اسلامی جہاد پر جو زور اپنی کج فہمی کے سبب دینا تھا دے چکے اور اسے وحشت و بربریت کے ساتھ تعبیر کر کے اس پر مندرجہ ذیل اپنی رائیں قائم کی ہیں۔

۱۔ جہاد ایک وحشیانہ قومی جنگ ہے جس سے مقصود مسلم قوم کا معاشی اور سیاسی اقتدار قائم کرنا مقصود ہے اس میں وہی جذبہ ہے جو عام سیاسی و معاشی لڑائیوں میں کارفرما ہوتا ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے جہاد کا مقصد بھی دوسری اقوام فاتح کی طرح، مغلوب و مفتوح اقوام کو اسلامی نظام سیاست کا پابند بنانا ہے۔

۳۔ غیر مسلم کو مسلمان قتل کر دیتے ہیں یا کلمہ پڑھنے کی صورت میں اسے جان بچانی پڑتی ہے یا پھر وہ اپنی عزت نفس و جان و مال و شرافت مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دے یہ مشتے از نمونہ تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی غلط تعبیرات ہیں۔ جو غیر مسلم نے اسلامی جہاد پر اپنی غلط رائیں قائم کی ہیں۔

جہاد کی سراسر غلط اور گمراہ کن تعبیر کا اصلی سبب، اسلام اور جہاد کے اصلی موقف سے ناواقفی اور بے خبری کا

سبب ہے یا پھر تعصب ہے، اسلام محدود قومیت کے ساتھ نہیں آیا۔ یہ خود اور اس کے اصول عالمگیر ہیں، مقصد جلد خدا کی زمین کو شورش و بدامنی و فتنہ و فساد سے پاک کیا جائے، اور اِن الحکم الا للہ کی ابدی حقیقت کو بروئے کار لایا جاتا ہے، اقوام عالم کے مقصد جنگ اور مقصد جہاد کو سامنے رکھ لیا جائے تو جہاد اسلامی کی بلند تر عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ جہاد کے ذریعہ جو نظام سیاست و معیشت قائم کیا جاتا ہے وہ کسی ایک قوم یا فرقہ کے معاشی و سیاسی تقاضوں کی تکمیل نہیں کرتا۔ بلکہ بلا لحاظ عقیدہ و نسل انسانیت کے حقوق سے بہرہ ور کرتا ہے۔ اسلام کے دائرہ عمل میں آئے بغیر غیر مسلم رعایا اپنی تہذیب و ثقافت و معاشیت و حریت پر پہلے کی طرح قابض رہتی ہے۔

اقوام عالم کی تاریخ حرب پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا، جہادِ اسلامی کے بغیر کوئی ایسی جنگ نہ تھی جو نسلی اور قومی مفادات سے ہٹ کر انسانیت کے ہمہ گیر اصول کے لیے لڑی گئی ہو، اسلامی جہاد کسی خاص گروہ کو سیادت و قیادت کی گدی پر بٹھاتا نہیں بلکہ نوعِ انسانی کی مشترکہ متاع کے مقدس اصولِ انسانیت کو سربلند کرتا ہے۔ کسی قبیلوی عصبیت یا قومی نسلیت و معاشیت کے مفاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاد اسلامی اس مقدس سرفروشانہ جدوجہد کا نام ہے۔ جو ظلم و ستم و جور و جفا کو دنیا سے مٹا کر مساوات و شرافت انسانیہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ فاسد معاشرہ انسانی کو اکھیڑ کر الٰہی نظام تمدن کو جاری کرنا چاہتا ہے، جس سے انسانیت کے بنیادی حقوق پھلے پھولیں، اور شر و فساد کی شیطانی طاقتیں مقید ہو کر رہ جائیں ان کا قلع قمع ہو جائے۔

تاریخ حرب میں وہ جنگ جو انسانی اقدار سے علیحدہ ہو کر لڑی گئی اس میں قتل و غارت، جبر و قہر، غضب و نہب فتنہ و فساد، قساوت قلبی، کے مظاہرے اس میں عام ہوئے ستمبر ۶۵ء کی جنگ میں بھارت کا عملی قدم اس پر غمازی کرتا ہے کہ انسانی آبادی پر بمباری کرنا، اغوا و ظلم کرنا، نہتی آبادی پر اپنے مظالم کی داستانِ بربریت و شقاوت چھوڑ جانا، ان قوموں کا خاصہ ہے جو انسانی جوہر سے خالی تھیں۔ جن کے اندر بہیمیت و وحشت و بربریت کے "دیو" کا ٹھکانہ تھا۔ انسانیت و شرافت اور اخلاق کی حدود کو پار کر کے وحشت و بربریت کے ایک بدترین باب کا اضافہ کیا، انسانیت سوز مظالم کئے۔

فتنہ و فساد قتل سے بڑھ کر ہے، اندمین کے دامن سے شر و فساد کا چھڑا لینا بہتر ہے، صالح تمدن کے نظام کو برقرار رکھنا ملتِ انسانیہ میں شرافت کے جوہر کو سمو دینے میں ہی صالح تمدن بن سکتا ہے، اس معاشرہ میں اگر گندگی کے جراثیم پھیل جائیں، انہیں دور کرنے کے لیے ہر قسم کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں، اگر کسی عضو میں زہریلا فاسد مادہ پیدا ہو جائے تو اس کے باقی رکھنے سے تمام جسم کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہو، عقل و مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ اس عضو کو کاٹ کر پھینکا جائے۔

مخلوق خدا کو ظلم سے نجات دینے کے لیے ظالم کا قلع قمع کرنا ضروری ہے، اور انسانیت کا درد جوہر رکھنے والوں

سے انسانیت اپیل کرتی ہے کہ وہ معاشرہ کو ظلم سے نجات دینے کے لیے ظالم کا قلع قمع کیا جائے۔ اور فتنہ کا استیصال ہو جائے وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ " ان کو قتل کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہ جائے "

اور فرمایا گیا وحتیٰ تضع الحرب اوزارھا "یہاں تک کہ لڑائی اپنے اوزار رکھ دے" جو خدائی زمین کو منبع فساد بنانا چاہتے ہوں اور مخلوق خدا پر جور و ظلم کریں ایسے شریر عناصر کا استیصال ضروری ہے، اگر یہ فتنہ اژدہائے ہلاکت بن کے سامنے آگیا تو لوگوں کو کبھی بھی پر امن اور چین کی زندگی میسّر نہ آئے گی۔

مجاہد اور حارب میں فرق:۔

اسلامی جہاد میں مستعد مجاہد محبت الٰہی میں سرشار ہوتا ہے اس کا مقصد ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھنا ہے نہ کہ نہتے اور کمزور لوگوں پر اپنی طاقت کے جوہر دکھانا ہے، اس کا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا سبھی محض رضاءِ الٰہی کے لیے ہوتے ہیں۔

قبل اسلام دنیا پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ظلم کا استیصال کرنے والے مہذب لٹیرے بن گئے، فارس میں مخلوق خدا پر آرام و سکون کی زندگی حرام تھی، ٹیکسوں کی بھرمار نے انہیں ظلم کی چکی میں پیس ڈالا تھا، شاہ فارس کے کارندے غریب عوام پر اس قدر ظلم و ستم کرتے تھے کہ زمین بھی کانپ اٹھتی تھی۔ جب مسلمانوں کا وہاں پر قبضہ ہوا تو سسکتی ہوئی انسانیت نے اطمینان کا سانس لیا، انہوں نے دیکھا کہ یہ مسلمان مجاہد، فارس کے شہنشاہ کے کارندوں کی طرح نہیں ہے، یہ انسانیت کو شرافت بخشنے والے ہیں، اسی طرح روم پر نظر ڈالو جہاں کے باشندے ہرقل روم کے جھنڈے کے نیچے رہنے کی بجائے ایک اسلامی سلطنت کے سایہ کے نیچے رہنے ہی میں اپنی عزت و ناموس کو محفوظ سمجھتے تھے۔ مجاہدین ان کے لیے فرشتۂ رحمت ہوتے تھے۔ سیرت کے تمام اخلاق فاضلہ ان میں پائے جاتے تھے مجاہدوں نے کبھی کسی گاؤں کو یا اس کے رہنے والوں کو، عبادت گاہوں میں مقیم راہبوں کو، پریشان نہیں کیا، چراگاہوں سبزہ زاروں، باغات، فصلات کو نہیں تباہ کیا۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو قابل عزّت و رحم و کرم سمجھ کر ان کی عزّت کی گئی اور ان پر رحم کیا گیا،

مجاہد بلند ترین مقصد کے لیے گھر سے باہر نکلتا ہے اسے خبر ہے کہ مجھے بارگاہِ ایزدی میں اپنے ایک ایک قدم کا حساب دینا ہے، اس کا قدم گناہوں کی زندگی پر پڑ ہی نہیں سکتا، شام فتح ہوا تو نوجوان عورتوں کو دیکھ مسلمان مجاہدین کی پاکیزہ نگاہیں جھک گئیں، مراکش سے کاشغر تک بلکہ اس سے زائد مسلمان مجاہدین نے ملک فتح کئے لیکن زنا کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا، کسی کی عزت لوٹی گئی ہو، کسی کا اغوا کیا گیا ہو، تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان مجاہد کا دامن تقدس کے ہمیشہ خوشبو دینے والے پھولوں سے ہر وقت بھرا رہا، غیر کی عزّت و آبرو و مال کو

اپنی عزت و آبرو سمجھ کر اس کی حفاظت کی گئی۔

لیکن۔ ذرا دوسری طرف بھی نظر ڈالیے رنگ و نسل کے لیے لڑائی کرنے والا ایک سپاہی، حارب، اپنی قوم پرستی و ہوس پرستی اور ملکی بربریت کے پیچھے لڑنے والا حارب مجاہد کی طرح نہیں ہے۔ امریکن فوجیں جب مختصر وقت کے لیے جاپان میں داخل ہوتی ہیں۔ تو اسقاط حمل کے مختلف طریقوں پر عمل کرنے کے بعد بھی جاپانی عورتوں سے بدکاری کے نتیجے میں اپنی یادگار ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حرامی بچے چھوڑے، جس قوم کا اخلاقی جنازہ نکل چکا ہو ان کے دل میں وہ مجاہد کی عظمت و حریت و نجابت کیسے آسکتی ہے، لڑائی تو بجائے خود رہی آج سارا یورپ ہی جنسی و غیر جنسی آوارگی کے پیچھے دوڑ رہا ہے، جہاں لڑکیوں کے ایک ہوسٹل پر، جنسی جذبات سے مشتعل لڑکوں نے حملہ کر کے ان کے کپڑوں کو تار تار کر دیا۔ اور ان کی عصمتوں کو گہرے گڑھے میں دفن کر دیا۔

جس فوج میں قحبہ گری کرنے والی عورتیں اور طوائفیں فوجیوں کے جذبات شہوانی کی تسکین کا سبب بنیں۔ جہاں روزانہ ہزاروں من شراب تقسیم کی جاتی ہے۔ ان محاربین کو اس مرد حر، بطل حریت و شرافت سے، خشیت الٰہی سے جس کا دل مملوء ہو، جس کا ایک قدم نیکی و شرافت کی طرف بڑھ رہا ہو، جسے یہ خیال دامنگیر ہے کہ اگر میرے دامن تقدس پر کوئی دھبہ لگ گیا تو بارگاہِ خداوندی میں کیسے حاضری دوں گا، کیسے نسبت ہوسکتی ہے، جب مجاہد و محارب میں امتیاز ہے ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تو حرب اور جہاد ایک جیسے کیسے ہوسکتے ہیں۔ ان کی قدروں میں فرق ہے جہاد ایک انمول ہیرا ہے اور حرب کی وقعت سنگریزے سے بھی کم ہے مجاہد میں ایمان و یقین کی قوت ہوتی ہے وہ فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر لڑتا ہے، اس کے دل میں شہادت کا شوق ہوتا ہے وہ نصرت و مدد الٰہی پر بھروسہ کرتا ہے۔

فضائل جہاد و شہادت

جہاد کا جذبہ مسلمان کے دل میں تبھی پیدا ہوسکتا ہے جب کہ چند مضبوط عقائد پر کاربند ہو جو صحیح ایمان اور غیر متزلزل یقین کے لازمی نتیجے ہیں۔

۱۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کے حکم سے ہوتا ہے، قلت و کثرت تعداد کوئی چیز نہیں صرف فضل الٰہی اور نصرت خداوندی چاہیئے۔

۲۔ ہر ایک کی موت کا وقت متعین ہے اور موت و حیات اسی قدیر کے ہاتھ ہے جس کے مارے بغیر کوئی نہیں مرسکتا۔

۳۔ شہادت، حیاتِ جاودانی ہے، راہ حق میں نکلنے والے خون سے گناہ کا دفتر دھل جاتا ہے، اور غازی بڑے بڑے ثوابوں کا مستحق ہے یہی وہ جوہر شجاعت ہے جو مسلمانوں کو قلت و کثرت، اسباب و ہتھیار نہیں دیکھنے دیتا، وہ اپنا مال اور اپنی جان، اللہ کی رضا و خوشی میں دے چکا ہے اور جنت کا خریدار بن چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا "ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ (سورۂ توبہ) اللہ نے مسلمانوں سے ان کے جانوں کو اور مالوں کو اس قیمت پر خرید لیا ہے ان کے لیے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پھر مارتے ہیں، اور مارے جاتے ہیں" مجاہدین راہ خدا میں اپنی جان و مال کا حقیر تحفہ پیش کر کے جنت کے خریدار بن گئے۔

جس شجاعت کا مقصود اصلی اعلاء کلمۃ اللہ ہو اگر اس میں کبر و تبختر بھی پایا جائے تو اسے اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے، جہاد کے راستے میں اٹھا ہوا قدم، خدا معلوم اپنے اندر کتنی نیکیاں اور رحمتیں رکھتا ہے۔ اخروی زندگی میں سب سے بڑا انعام جنت عطا کی جائے گی۔ جہاں اس کے حصول کے اور طریقے ارشاد ہوئے وہاں ایک طریقہ فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمایا،، بخاری شریف کتاب الجہاد میں ہے۔

"واعلموا ان الجنۃ تحت ظلال السیوف" ۵ یقین کرو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے" جہاد کا ہر باب انعامات و اوصاف سے بھرا پڑا ہے۔ ایک اور حدیث میں فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا "میں یہ بات نہایت محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں" جہاد و شہادت کی تمنا فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں۔ حالانکہ نبوت کا درجہ صدیقین و شہداء سے بھی اوپر ہے، تاکہ، امت کو شغف و رغبت ہو، اور شہادت کی شان کو واضح کیا گیا کہ بارگاہِ رب العزت میں کس قدر محبوب ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آلات جہاد و اسباب نقل و حرکت مثلاً گھوڑا وغیرہ بھی وزن اعمال میں رکھے جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرنے جاتے ہیں مدینہ سے چند میل دور پیدل تشریف لے جاتے ہیں۔

امیر الجیش کے عرض کرنے پر کہ آپ سوار ہو جائیں فرمایا کیا حرج ہے کہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ چلنے میں میرے پاؤں گرد آلود ہو جائیں جب کہ ہر قدم پر مجھے کئی نیکیاں ملتی ہیں" پھر مجاہد کو شہادت کا وہ عظیم جوہر بخشا گیا، جس کی تمنا بعد دخولِ جنت بھی شہید کرے گا کہ اسے دنیا میں بھیج دیا جائے گا تاکہ وہ پھر شہادت پائے" شہید نے فی سبیل اللہ اپنی سب سے بڑی دولت نثار کی وہ ان کی زندگی تھی۔ لیکن یہ زندگی از سرِ نو اسی وقت پھر واپس دے دی جاتی ہے، اس عقیدہ نے اس خیالِ باطل کو ختم کر دیا کہ شہید مر جاتے ہیں۔ قرآن نے کہا "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (البقرہ)" جو خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ

نہ کہو کہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو اس کی خبر نہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

فضائل جہاد اور شہادت کی تڑپ و حصول نے مجاہد کو ایک ایسی اسپرٹ عطا کی، جس میں دارین کی فلاح و بہبودی کا راز مضمر ہے، مغفرت و رحمت، اجرِ عظیم، جہاد کی اصل بنیاد ہیں۔ دنیا و مافیہا کا مال بھی، اللہ کے راستے میں صبح یا شام چلنا، کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا جہاد فی سبیل اللہ تقرب الٰہی کا بہت بڑا وسیلہ ہے اور یہ قرب اس قدر قابل ستائش ہے کہ مجاہدین کے وہ گھوڑے جن پر چڑھ کر جہاد کیا جاتا ہے، قرآن کریم میں وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کہہ کر ان کی قسمیں اٹھائی گئیں۔ یہ تھے مختصر سے فضائل جہاد و شہادت، جہاد پر بالاستیعاب ہم کچھ بھی نہیں لکھ سکے، لیکن جہاد کے متعلق چند باتیں تنوع کے لحاظ سے تحریر کر دی ہیں اللہ کی حمد و ثناء اور حبیب علیہ السلام پر درود بھیجتے ہوئے، یہ مقالہ ختم کرتے ہیں۔